نظام ٹریفک: تیسری قسط:

پولیس اور نظام احتساب کے متعلق قانونی اور شرعی تحقیق

مولاناساجد الرحمن صدیقی کاندھلوی

حکومت اور نظامِ حکومت سے متعلق شرعی طریقہ کار جو کہ قرون اولیٰ میں بھی امن و امان کا مثبت نظام ٹھہرا تھا اب بھی اگر شرعی طریقہ حکومت اپنایا جائے تو بھی دنیا امن کا گہوارہ ٹھہر سکتا ہے اس سلسلہ میں یہ مضمون اہلِ حکومت کے لئے ایک مثبت اقدام ہے جس میں قید اور قیدی کے اصول موجود ہیں۔ ادارہ......

مظالم کی عدالت اور طریقہ کار:

اسلام کے نظام عدل وانصاف میں صرف قضاء کا شعبہ نہیں ہے بلکہ درحقیقت اسلام کا نظام عدل وانصاف تین شعبوں پر مشتمل ہے۔

حسبہ، مظالم، قضاء، ولایت مظالم (یا شعبہ رفع مظالم) خاص طور پر ان ناانصافیوں اور زیادتیوں کی تلافی کے لئے ہے جو بااثر اور باحیثیت شخصیات کی طرف سے عام لوگوں پر واقع ہوئے ہوں، اور جن میں قضاء فیصلہ نہ دے سکے یا اپنے فیصلہ کو نافذ نہ کرا سکے۔

اسی لئے مناسب سمجھا گیا ہے کہ یہ شعبہ یا تو بذات خود سربراہ مملکت (خلیفہ) یا اس کے وزیر اور نائب کے پاس ہوتا کہ اس کے اقتدار سے بالاتر کسی کا اقتدار نہ ہو اور وہ فوری طور پر فیصلہ عدل کو نافذ کر دے۔ مظلومین کی دادرسی کرے اور ستم رسیدگان کو جور وستم سے رہائی دلائے۔

الماوردی کہتے ہیں کہ: ”نظر مظالم سے مراد ہے کہ اپس میں تعدی اور ظلم کرنے والے ہر دو فریق کو جبراً عدالت میں پیش کر کے انصاف کرایا جائے اگر انکار کریں تو ڈرا دھمکا کر کام کیا جائے۔ پس ضروری ہے کہ اس منصب کا حاکم نہایت عالی شان، نافذ الحکومت، بارعب، باعفت اور بے طمع آدمی ہو، نیز اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے پولیس کی قوت اور محکمہ قضاء کا وقار بھی عطا کیا جائے تا کہ وہ اپنے فیصلہ کا بخوبی نافذ کرا سکے۔ دربار خلافت سے عام اختیارات کا حامل وزیر یا امیر مظالم کے معاملات سننے اور فیصلہ دینے کا مجاز ہے اور اس کے لئے مستقل تقرر کی ضرورت نہیں ہے، عام اختیارات نہ ہونے کی صورت میں ضرورت ہوگی کہ ولایت مظالم کے لئے مستقل تقرر کیا جائے، بشرطیکہ بیشتر ذکر کی ہوئی شرائط اس میں موجود ہوں۔ (الماوردی الاحکام السلطانیه اردو ترجمه سیلمحمد ابراهیم مطبوعه لاهور).

لہٰذا اس شخص کا تقرر صحیح ہوگا جس کی ولی عہد یا وزارت تفویض اور امارت علاقہ کے لیے منتخب کرنا درست ہو۔ اگر والی مظالم کو محدود اختیارات دیئے جائیں کہ جن مقدمات کو قاضی فیصل نہ کر سکیں اور ان کے دائرے سے خارج ہوں صرف انہی کی سماعت کرے، تو ایسے والی مظالم کا عظمت وشان والا ہونا ضروری نہیں، کسی قدر کم رتبہ بھی ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ایسے اخلاقی کیرکٹر کا مالک ہو کہ خوف وتحریص اسے حق کے برخلاف فیصلہ پر آمادہ نہ کر سکیں۔

والئ مظالم کی عدالت میں مرافعہ:

مدعی والی مظالم کی عدالت میں جومقدمہ دائر کریگا، اس کی تین صورتیں ہوں گی۔

(۱) دعوی کے ثبوت مضبوط موجود ہوں اور مدعی اپنا دعوی ثابت کر سکے۔

(۲) دعوی کے ثبوت کمزور ہوں۔

(۳) دعوی کی تائیداوراس کے خلاف کوئی بات موجود نہ ہو۔

ثبوت کا حامل دعوی۔ حامل ثبوت دعوی کی بھی اسکے ثبوت کے قوی اور کمزور ہونے کے لحاظ سے تین حالات ہیں۔

پہلی حالت:

دعوی کے ثابت کرنے کے لئے گواہ موجود ہوں اور وہ گواہی دینے کے لئے تیار ہوں اور مدعی علیہ اس کے برعکس ثابت نہ کر سکے اس صورت میں والئی مظالم گواہوں کو گواہی کے لئے طلب کرے اور دعویٰ ثابت ہو جانے پر والی مظالم فیصلہ دیدے اور حق دار کو اس کا حق دلوادے۔

دوسری حالت:

دوسری حالت جس سے دعوی کو تقویت پہنچے یہ ہے کہ دستاویز کے معتبر گواہوں میں کوئی موجود نہ ہو، لہٰذا ایسے دعوی کی کارروائی میں چارامور کارآمد ہوں گے۔

(۱) مدعاعلیہ کو ڈرانا کہ بعجلت حق کا اعتراف کرے اور گواہی کی ضرورت نہ رہے۔

(۲) اگر گواہوں کی مضرت اور مشقت کا اندیشہ نہ ہواوران کا مقام معلوم ہوتو حاضر کرائے۔

(۳) مدعی علیہ کو زیرحراست رکھے اور علامات وقرائن مقدمہ کی تفتیش کرئے۔

(۴) اگر دعوی قرضِ وغیرہ کے متعلق ہے تو کوئی ضامن طلب کرے اور اگر زمین وجائیداد کے متعلق ہے تو اس کو نگرانی میں لے لے، فلہ وامدنی کسی امین کے پاس محفوظ کردے تاکہ جو حقدار ہو اس کو دی جائے۔

اگر زیادہ عرصہ گزر جائے اور گواہوں کی حاضری سے مایوسی ہو تو والی مظالم اس کا مجاز ہے کہ مدعاعلیہ سے پھر دھمکا کر پوچھے کہ یہ شئے تمہاری ملکیت مین کیونکہ آئی، اگر چہ امام انوحنیفہ اور امام شافعیؒ سبب ملکیت کے دریافت کرنے کو جائز نہیں فرماتے، مگر امام مالک جائز فرماتے ہیں، نیز پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ والی مظالم کا دائرہ اختیارات واجبات سے گزر کر امور جائزہ کو بھی مشتمل ہے۔

لہٰذا اگر کوئی ایسا جواب دے جس سے تنازعہ رفع ہو جائے تو ٹھیک ورنہ جیسا شرعی مقتضا ہو فیصلہ صادر کردے۔

تیسری حالت:

دعوی کے گواہ موجود ہوں مگر وہ قاضی (عدالت) کی نظر میں عادل نہ ہوں، اس حالت میں گواہوں کی تین صورتیں ہوں گی۔ ''ذی مرتبہ

اورایسے قابل اعتماد لوگ جن کی بات پر بھروسہ کیا جاتا ہو،انکی گواہی قبول کی جائے گی’’۔ایسے لوگ ہوں جن کی بات پر بھروسہ نہ کیا جاتا ہوایسے افراد کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ایسے لوگ ہوں جن کے بارے میں پہلے سے علم نہ ہوتو ان کی شہرت وعزت کے بارے میں معلوم کیا جائیگا اوران سے حلف لیا جائے گا۔اخری دواوصاف کے گواہوں کے بارے میں والی مظالم کواختیار ہے کہ وہ چاہے ان کی گواہی سنے اور پھر حقائق کے ثبوت کے مطابق فیصلے کرے یااس معاملہ کوقاضی (عدالت) کے سپرد کردے۔مگر قاضی اس معاملہ میں والی مظالم کے مشورہ سے فیصلہ کرے۔کیونکہ قاضی کے لئے کسی ایسے گواہ کی گواہی پرعمل کرنا درست نہیں ہے جس کی عدالت (سچائی قابل اعتماد ہونا) خوداس کی عدالت میں ثابت نہ ہو۔

چوتھی حالت:

دعوی کی تائید میں ایسی دستاویز پیش کی جائے جس میں عادل گواہوں کے دستخط ہوں مگر وہ انتقال کر چکے ہوں۔اس کی تین صورتیں ہیں۔ مدعا علیہ کوڈرایا اوردھمکایا جائے تاکہ سچ بولے اورحق کا اعتراف کرے۔پوچھا جائے کہ توکس طرح اس کا مالک ہواہے ممکن ہے اس سے حق بات معلوم ہوجائے۔مملوکہ شئے کے قریب رہنے والے اورفریقین کے پڑوسیوں سے حالات معلوم کئے جائیں،کیا عجب ہے کہ ان سے حقدار کا حق معلوم ہوئے۔

پانچویں حالت:

مدعی کے پاس مدعی علیہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایسی دستاویز ہوجس سے اس کا دعوی ثابت ہوتا ہو،اس حالت میں یہ دستاویز مدعی کے سامنے رکھی جائے۔اگروہ اعتراف کرلے کہ یہ اس کی تحریر ہے تواس صورت میں وہ اس کے حق کا جس کا دعوی کیا گیا ہے،اعتراف کرنے والا متصور ہوگا ،اوراسی اعتراف پر فیصلہ کردیا جائے گا۔اگروہ اس تحریر سے انکار کرے تومحققین علماء کی رائے کے مطابق والی مظالم کامحض دستاویز پرفیصلہ کرنا اس وقت تک جائزنہیں ہے جب تک مدعی علیہ اس تحریر کی صحت کا اعتراف نہ کرے۔اس سلسلے میں والی مظالم ماہرین تحریر کی بھی مدد لے سکتا ہے اورمدعی علیہ کی دیگر تحریروں سے موازنہ کراسکتا ہے۔اگروہ ثابت کردیں کہ یہ مدعی علیہ کی ہے تومحض اس پر فیصلہ نہ کرے،بلکہ اس کودعوی کی صحت کا قرینہ (تائیدی دلیل) تصور کرے۔محققین نیز تمام فقہاء کی رائے ہے کہ محض تحریر کے اعتراف پر بغیر اعتراف مضمون فیصلہ کرنا جائزنہیں ہے کیونکہ محکمہ مظالم کے لئے ممنوعات شرعیہ مباح نہیں ہوتے۔ لہٰذا ناظر مظالم کوچاہیئے کہ مضمون تحریر کے متعلق اس کا بیان سنے اگروہ یہ کہے کہ میں نے یہ تحریر اس سے قرض لینے کے واسطےلکھی تھی مگراس نے مجھے قرض نہیں دیایااس کے ذمے ایک شئے کی قیمت باقی تھی۔اس کے طلب کرنے کیلئے میں یہ واقعہ لکھا تھا مگراس نے ادانہیں کی تو چونکہ لوگ کبھی کبھارایسا کرتے ہیں۔لہٰذا اس وقت ناظر مظالم تہدید اورسختی سے کام لے کرصحیح حالات یاعلامات معلوم کرنے کی سعی کرے اگر معلوم ہوجائیں تو مناسب ہے ورنہ قاضی دونوں سے قسم لے کر فیصلہ کردے۔اگرسرے سے خط ہی کا منکر ہے تو بعض فقہاء کے

نزدیک اس کی ایسی تحریروں سے موازنہ کرے یہ قول ان لوگوں کا ہے جن کے نزدیک محض اعتراف تحریر پر حکم ہو سکتا ہے۔ جبکہ محققین فقہاء کے نزدیک تحریروں کا موازنہ فیصلہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ملزم کی تنبیہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ اب اگر تحریر سے منکر تھا تو مقابلہ کرنے سے شبہ کمزور ہوگا اور معترف تھا تو اس کی یہ نسبت شبہ قوی ہوگا۔ اور اگر تحریر مین منافات ہو تو مدعی کو تہدید کی جائے اور دونوں کو ایسے لوگوں کے حوالے کیا جائے جو مصالحت کرا دیں اگر مصالحت ہو جائے تو خیر ورنہ قاضی قسمیں لے کر فیصلہ کردے۔

چھٹی حالت:

مالی معاملات میں والی مظالم مدعی یا مدعی علیہ کے حسابات پر اعتماد کرے، مثلاً حساب ے کاغذات اور رجسٹروں کا جائزہ لے اور ان کے آمد و خرچ کے گوشواروں کی جانچ پڑتال کرے۔ حسابات کا یہ جائزہ کوئی قطعی دلیل نہیں ہے اور نہ اس کے مقتضا پر عمل کیا جائے گا۔ البتہ حاکم (قاضی یا والی مظالم) کے فیصلے کی ایک تائیدی دلیل ضرور ہے۔

غیر ثابت شدہ دعویٰ:

اگر کوئی شخص والی مظالم کو کوئی دعوی پیش کرے اور مدعی علیہ اسکی عدم صحت ثابت کردے تو اس کی چھ صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:

مدعی علیہ ایسی دستاویز پیش کرے جس پر موجود عادل گواہوں کے دستخط ثبت ہوں اور اس سے مدعی کا دعوی باطل ثابت ہوتا ہو۔ اس کی چار وجوہ ہیں۔

(۱) جس شئے کا دعویدار ہے اور کے فروخت کردینے کی شہادت دیں۔

(۲) شہادت دیں کہ جس شئے کا دعویدار ہے اس سے اپنی ملکیت کے اختتام کا ہمارے سامنے اقرار کیا۔

(۳) شہادت دیں کہ اس کے باپ نے اس کی انتقال ملک کا اقرار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ جس شئے کا دعوی کرتا ہے اس شئے سے بے تعلق ہے۔

(۴) شہادت دیں کہ جس کا یہ شخص دعویدار ہے اس کا مالک مدعا علیہ ہے ان چار صورتوں میں دعوی باطل ہوگا اور حاکم اس کی حالت کے مطابق اس کو تنبیہ و تہدید کریگا۔

دوسری صورت:

مدعی علیہ ایسی دستاویز پیش کرے جس سے دعوی کو باطل کرنا مقصود ہو مگر اس پر جن گواہوں کے دستخط ہوں وہ موجود نہ ہوں۔ ایک یہ کہ انکار کے ساتھ سبب کا اعتراف ہو مثلاً یوں کہے اس زمین میں مدعی کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ میں نے اس سے خرید کر قیمت ادا کردی ہے اور یہ کاغذ موجود ہے جس میں گواہی ثبت ہے۔ اس صورت میں مدعا علیہ ایسے کاغذ کا مدعی ہو جائے گا جس کے گواہ حاضر نہیں ہیں۔

لہٰذا گذشتہ طریقہ یہاں بھی اختیار کیا جائے، مگر اسکے قبضہ اور تصرف کیوجہ سے علامت قوی اور قرینہ زیادہ ظاہر ہوگا۔ اگر اس سے ملکیت ثابت نہ ہو تو دونوں کو قرائن حالیہ کے موافق تہدید و تنبیہ کرے اور گواہوں کو حاضر ہونے کا حکم دے اور تحقیق سے جب حق ظاہر ہو جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کرے۔

دوم یہ کہ مدعی علیہ کی دستاویز سبب کے اعتراف پر مشتمل نہ ہو مثلاً یہ کہے کہ یہ گھر میرا ہے اور مدعی کا اس میں کوئی حق نہیں ہے اس صورت میں جب تک مدعی دعوی ثابت نہ کرے ملکیت مدعی علیہ کے پاس رہے گی اور اس سے نہیں لی جائے گی۔

تیسری صورت:

یہ کہ جو دعوی دستاویز کے خلاف پیش ہوا ہو اس کے شاہد موجود ہوں مگر عادل نہ ہوں۔ ناظر مظالم کو چاہیے کہ ان کے متعلق وہی تینوں صورتیں اختیار کرے جو مدعی کے موافق ہونے میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ مدعا علیہ کے انکار کو بھی دیکھے آیا اعتراف سبب کو متضمن ہے یا نہیں بہر کیف حسب ہدایت سابق اپنے اجتہاد اور شواہد حال کے موافق عمل کرے۔

چوتھی صورت:

یہ کہ شاہدان تحریر جو عادل تھے فوت ہو چکے ہوں، اس صورت میں اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ تہدید سے کام لیا جائے کہ ممکن ہے کچھ انکشاف ہو جائے پھر جو صورت ہو یعنی انکار اعتراف سبب کو متضمن ہو یا نہ ہو ایک قطعی فیصلہ کر دے۔

پانچویں صورت:

یہ کہ مدعا علیہ دعوی کے خلاف مدعی کی تحریر پیش کرے جس سے مدعی کا کاذب ہونا معلوم ہو اس کے متعلق وہی تفتیش کرنی چاہیے جو خط و تحریر کی بابت پہلے بیان ہو چکی ہے اور صورت حال کے موافق تہدید بھی عمل میں لا سکتا ہے۔

چھٹی صورت:

یہ کہ دعوی کے خلاف حساب کی ایسی تفصیلات پیش کی جائیں جن سے دعوی کا باطل ہونا ظاہر ہوتا ہو۔ اس صورت میں وہی رویہ اختیار کیا جائے گا جو حساب کی بابت پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ یعنی تفتیش تہدید اور تاخیر، فیصلے میں شواہد حال کا اعتبار رکھ کر نزاع کے ختم کرنے کے لئے ایک قطعی فیصلہ سنا دیا جائے گا۔

ثبوت سے خالی دعوی:

یعنی نہ مدعی کے پاس دعوی کا ثبوت موجود ہو اور نہ مدعی علیہ کے پاس اس کے رد کا کوئی ثبوت ہو۔ اس صورت میں فریقین کے حالات کے پیش نظر غلبہ ظن سے کام لیا جائے گا۔ اور اس کی تین صورتیں ہوں گی۔

(۱) غلبہ ظن مدعی کے حق میں ہو۔

(۲) غلبہ ظن مدعی علیہ کے حق میں ہو۔

(۳) غلبہ ظن کا پہلو دونوں کے حق میں برابر ہو۔

غلبہ ظن کا صرف یہی فائدہ ہوگا کہ فریقین کو تہدید و تنبیہ کر کے واقعات کو آشکار کرنے کی کوشش کی جائے ورنہ تصفیہ مقدمات میں غالب ظن وگمان ناقابل اعتبار ہیں۔ اگر غلبہ ظن مدعی کے حق میں ہے اور مدعا علیہ کے متعلق بدگمانی ہے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) مدعی حجت برہان سے خالی ہونے کے ساتھ کمزور اور نرم طبیعت کا شخص ہو۔ برخلاف اس کے مدعا علیہ قوت وشوکت والا آدمی ہو۔ لہٰذا مکان یا زمین کے غصب کا دعوی کرنے سے یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کمزور اور نرم خواتنی قدرت وشوکت والے پر ناحق دعوی نہیں کرسکتا۔

(۲) مدعی صدق وامانت میں مشہور ہو اور مدعا علیہ کذب وخیانت میں لہٰذا ظن مدعی کی جانب ہوگا وہ اپنے دعوی میں صادق ہے۔

(۳) دونوں کی حالت برابر ہو مگر مدعی کا سابق قبضہ مشہور معروف ہو اور مدعی علیہ کے قبضے کی بابت کوئی شہرت نہ ہوئی ہو۔

ان ہر سہ صورت میں عدالتی کاروائی دوطرح ہونی چاہیے۔ ایک یہ کہ بدگمانی کی وجہ سے مدعا علیہ کو تہدید وتنبیہ کی جائے اور دوسری یہ کہ مدعا علیہ سے سوال کیا جائے کہ متنازع فیہ پر تمہارا قبضہ کیسے ہوا؟ کیونکہ امام مالکؒ کی رائے میں قضاء کے اندر یہ دریافت کرنا درست ہے لہٰذا مظالم میں بدرجہ اولی جائز ہے۔ مدعی علیہ کے حق میں غلبہ ظن ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مدعی ظالم وخائن مشہور ہو اور مدعا علیہ انصاف پسند امانتدار ہو۔ دوسری یہ کہ مدعی کمینہ متبذل عادات والا ہو اور مدعا علیہ پاکباز اور باعزت ہو، مدعی اس کو خفیف اور ذلیل کرنے کے لیے حلف پر مجبور کرے۔ تیسری یہ کہ مدعا علیہ کی ملکیت کا سبب مشہور اور مدعی کے دعوے کا کوئی سبب اور وجہ معلوم نہ ہو۔ ان ہر سہ وجوہ میں غلبہ ظن مدعا علیہ کی جانب ہوگا۔ امام مالکؒ کا اس صورت میں یہ مسلک ہے کہ اگر دعوی زمینی جائیداد کے متعلق ہے تو تاوقتیکہ سبب ملکیت بیان نہ کرے۔ دعوی کی سماعت نہ کی جائے، اور اگر قرض واجب الاداء کے متعلق ہے تو اس کی سماعت اس وقت کی جائے جبکہ مدعی اس بات پر شہادت شرعیہ پیش کرے کہ میرے اور مدعا علیہ کے درمیان معاملہ تھا مگر امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقدمات قضاء میں ایسا کرنا درست نہیں، لیکن مقدمات مظالم کے اندر مصالح کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ واجب کو چھوڑ کر جائز پر ہی عمل کرنا درست ہے۔

لہٰذا اگر بدگمانی ہو یا یہ معلوم ہو کہ عناداً ایسا کررہا ہے تو امام مالک کی رائے پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

لہٰذا حتی الوسع ان اسباب کی چھان بین کرے، جن سے حق بات ظاہر ہو جائے اور فیصلہ میں مدعا علیہ کی عزت محفوظ رہے، اور اگر حلف تک نوبت پہنچے کہ جس پر فیصلے کی انتہا ہوتی ہے اور بحیثیت قانون قضاء ناظر مظالم کا مدعی کو اس کے مطالبے سے روکنا بھی جائز نہیں ہے اور اگر دھمکانے یا نصیحت کرنے کا بھی اس پر اثر نہیں ہوتا۔ تو اپنے دعوؤں کو جدا جدا کر کے مدعی علیہ کو دق اور ذلیل کرنے کے لئے چاہیئے

کہ ہردعوئے کے متعلق علیحدہ علیحدہ مجلس میں حلف دے اسلئے کہ قانون قضاء کے بموجب اس کو علیحدہ علیحدہ حلف لینے سے نہیں روکا جاسکتا اسکے برعکس لیکن قانون مظالم کا مقتضایہ ہے کہ اگر مدعی کی شرارت معلوم ہوتو اس کی تمام دعوؤں کے جمع کرنے کا حکم دیا جائے اور مدعاعلیہ سے تمام دعوؤں کے متعلق ایک ہی حلف لیا جائے۔

اگر فریقین کی حالت برابر ہو اور کسی کے متعلق غلبہ ظن موجود نہ ہوتو مناسب یہ ہے کہ دونوں کو یکساں نصیحت کرے اتنی بات میں تو تمام احکام قضاء اور احکام مظالم یکساں ہیں مگر نصیحت کے بعد ناظر مظالم دونوں کو برابر ہونے کی وجہ سے ایک ساتھ تہدید وتنبیہ کرے اور پھر اصل دعویٰ اور انتقال ملک کی تنقیح وتفتیش کرے اگر تحقیقات سے کسی کا حقدار ہونا ثابت ہوجائے تو اس کے مطابق عمل کرے ورنہ سربرآوردہ ہمسایوں اور خاندان کے بزرگوں کے حوالے کردے۔تاکہ نزاع کو ختم کرادیں۔

اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو انتہائے کار یہی ہے کہ قانون قضاء کے بموجب خود یا کسی کو نائب بنا کر قطعی فیصلہ سنادے ،بعض اوقات ناظر مظالم کے اجلاس میں دقیق اور مشکل مقدمے پیش ہوتے ہیں جن میں ہم نشینوں کی رہنمائی اور علماء کی آراپر مبنی فیصلہ مفید ہوتا ہے تو اگر وہ خود ہی پہلے اس کا کوئی حل بتادیں تو اس کے قبول کرنے میں انکار نہ کرے اور نہ آخر میں فیصلہ کرتے وقت ان کے مشورہ پر عمل کرنے میں دریغ کرے۔

رفع مظالم کی مختصر تاریخ: (رفع مظالم اور خلافت راشدہ)

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں رفع مظالم کے بعض واقعات ملتے ہیں۔مثلاً والی مصر حضرت عمرو بن العاص نے ایک شخص کو کوڑے مارے تو اس نے حج کے زمانے میں آکر حضرت عمر سے شکایت کی۔حضرت عمر نے اس کا قصاص لینے کا حکم جاری کیا اور بعد میں اس شخص کو دو دینار کے عوض قصاص معاف کردینے پر راضی کیا گیا۔(اس واقعہ کی تفصیل نظام احتساب میں بیان کی گئی ہے)۔

ایک اور عامل نے جب کسی شخص کو مارا تو آپ نے اسے قصاص دلوایا۔(حسن ابراهيم حسن ،تاريخ الاسلام ؛ ۱،۴۹۰،۴۹۱،الطبعة السابقه ۱۹۶۴،بيروت).

خلفائے بنوامیہ:

جس خلیفہ نے سب سے پہلے اپنے آپ کو رفع مظالم اور دادرسی کے لئے پیش کیا وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز عشاء کی نماز کے لئے تشریف لے جارہے تھے کہ ایک شخص نے فریاد کی۔آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تجھ پر کیا زیادتی ہوئی ہے۔اس نے بیان کیا کہ ولید بن عبدالملک نے میری زمین دبالی ہے،آپ نے مراجم (پٹواری) سے کہا کہ ''میرے پاس صوافی زمینی ملکیت کا دفتر لے کر آؤ'' اس میں آپ نے یہ تحریر دیکھی کہ،، میں ولید بن عبدالملک کو فلاں کی زمین دیتا ہوں، یہ دیکھ کر آپ نے حکم دیا کہ،، اسے کاٹ دو اور اسے اس کی زمین کے واپس کرنے کا حکم دے دو اور یہ حکم بھی دے دو کہ اس کے

مصارف کا دگنا ادا کرے۔(جرجی زیدان ،تاریخ التمدن الاسلامی ، ۱، ۲۴۰،طبع بیروت).
بعد میں خلفائے بنوامیہ نے بطور خاص ستم رسیدہ افراد کی دادرسی کی اور انکے معاملات کی جانچ پڑتال شروع کی ۔سب سے پہلے یہ کام عبدالملک بن مروان نے کیا اور اس ضمن میں جہاں اسے کوئی دشواری پیش آتی تھی وہ اپنے قاضی ابن ادریس الازدی کی جانب رجوع کرتا تھا۔مظالم کا محکمہ براہ راست خلیفہ ،والی یا اس کے نائب کے تحت ہوا کرتا تھا اور صاحب مظالم ،،ایک دن متعین کر کے اس میں اجلاس کرتا اور مظلومین کی دادرسی کیا کرتا تھا۔اور اگر کوئی خاص طور پر نظر مظالم کے لئے متعین ہوتا تو وہ ہفتہ کے تمام ایام میں دادرسی کرتا تھا۔ (حسن ابراهیم حسن تاریخ الاسلام ۱، ۴۹۰، ۴۹۱).
عباسی دور حکومت ؛؛عباسی دور حکومت میں خلیفہ خود نظر مظالم کے لئے بیٹھتے اور دادرسی کرتے ،اوران کے وزیر مختلف علاقوں میں صاحب مظالم مقرر کرتے تھے۔(تاریخ الاسلام ۲، ۲۹۷).
مامون الرشید ہر ہفتہ کے روز دادرسی اور رفع مظالم کے لیئے مجلس منعقد کرتا۔ایک مرتبہ ایک عورت نے اس کے پاس اس کے بیٹے عباس کی شکایت کی۔مامون نے فوراً اس کی دادرسی کی اور اسے اپنے ساتھ بیٹھایا۔(تاریخ التمدن الاسلامی ۱/۲۴۱).
(خلیفہ عباسی مہتدی (۲۵۶/۵۵ ھ) نے ایک چار دروازوں والا قبہ بنوایا تھا جسے ''قبۃ المظالم'' کہا جاتا تھا۔
مہتدی متقی اور پرہیز گار انسان تھا وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریقہ بھی انجام دیتا تھا۔ہر جمعہ کو جامع مسجد میں خطبہ دیتا اور نماز کی امامت کرتا تھا۔(تاریخ الاسلام ۳/۳۱۴). (الهنارة الاسلامیه ، ۴۳۱).
مسعودی کا بیان ہے کہ صالح بن ہاشمی نے ذکر کیا کہ میں ایک روز مہتدی کے مظالم کے دربار میں موجود تھا،اس کے پاس درخواستیں اور شکائتیں پہنچائی گئیں اور اس نے فوراً احکام جاری کیۓ جن کی رو سے جن جن علاقوں میں ظلم ہوا وہ رفع کر دیا گیا۔میں نے اس کے اس طریقہ کار کو بہت پسند کیا۔(المسعودی ،مروج الذهب معاون الجوهر امع الترجمة الفرنسية ،الطبعة الثانية ،طهران۱۹۷ء).
''نظر مظالم'' کا طریقہ ترقی پاتا رہا،وزراء اس کام کے لیئے اجلاس منعقد خلیفہ مقتدر کی والدہ کو بڑا اثر ورسوخ حاصل ہو گیا تھا اور اس کا اقتدار اس قدر وسیع ہو گیا تھا کہ اس نے ۳۰۶ھ میں عورتوں کو''صاحبۃ المظالم''اور''قہرمانہ'' بنا کر متعین کیا تھا،وہ خوذ الرصافہ میں اپنی بیٹی ''السیدہ'' کے گھر ہر جمعہ کو اجلاس کرتی ،لوگوں کی درخواستیں وصول کرتی اوران پر فرامین اور احکام صادر کرتی ،اوراس وقت اس کی مجلس میں اعیان حکومت اور قاضی بھی موجود ہوتے تھے۔(تاریخ التمدن الاسلامی ۱/۲۴۱).
مصر میں ابن طولون نے اس باب میں دلچسپی لی۔وہ ۲۵۷ھ میں تخت نشین ہونے کے بعد ہفتہ میں دو روز نظر مظالم کے لئے اجلاس کرتا تھا۔ (تاریخ الاسلام ۳/۳۱۴).
پھر اس کے بعد خلفاء اس کی پیروی کرتے رہتے یہاں تک کہ فاطمین کا دور آ گیا انہوں نے قاہرہ کی تعمیر کی ،اور وہاں رفع مظالم اور دادرسی کا سلسلہ قائم کیا،سب سے پہلے فاتح مصر جوہر نے یہ مجلس منعقد کی،وہ ستم رسیدگان کی درخواستوں پر اپنے ہاتھ سے فرمان لکھا

کرتا تھا۔ پھر جب فاطمین کے اقتدار میں ضعف پیدا ہو گیا تو نظر مظالم کا کام وزراء کے سپرد ہو گیا اور ان میں افضل بن شہنشاہ زیادہ مشہور ہوا۔ جو خود مظالم کے لیئے اجلاس کرتا تھا، پھر بعد والوں نے اس کا طریقہ جاری رکھا۔ طریقہ یہ تھا کہ دیوان مظالم کے دروازے پر آواز پڑتی تھی کہ اگر کسی کو کوئی شکایت ہو تو وہ مجلس میں آ کر بیان کرے۔ (**السعودی، مروج الذھب معاون الجوھر مع الترجمعة الفرنسیة، الثانیة، طھران ۱۹۷ ء**).

نظام احتساب:

حسب کے معنی گننے اور شمار کرنے کے ہیں، حسب وہ اشیاء ہیں جنہیں شمار کیا گیا ہو۔ اسی سے حسب کے معنی اس عظمت و شرف کے ہوئے جو کسی کے باپ دادا میں پائی جاتی ہو۔ یعنی آبا رو اجداد کے مفاخر کیونکہ انسان اپنی پچھلی نسلوں کی عظمتوں اور مفاخر کو شمار کرتا ہے۔
احتساب کے معنی اجر و ثواب کے لیے کوئی کام کرنے کے ہیں چنانچہ حدیث نبوی میں ہے۔

"من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه"

(جس نے ایمان اور اجر و ثواب کی نیت کیساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔

لین نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ:

(He reckoned upon a reward:) he sourght a reward (from God in the world to come)

ویرزقه من یحیث لا یحتسب احتسب اجرا for) احتسب

in the quran 1xv:2, meas (And He will supply him with the meaos of subsistetnce) whence he does not reckon,or expect: whence does not occtur to him mind, And

من صام رمضان ایماناو احتسابا.

Who so fasrteth during Ranadan, believing in God and his Apostle, and (reckoning upona reward,or) seeking a reward from God.Yes say also .

احتسب بکذا اجرا عند الله

He reckoned upon obtaing ,(or he sought) by such a thing, seeking thereby a reward from God: and

احتسب عندالله خیرا

He prepared, or provided,in store for himself, good,(i,e,a reward,) with God, not hoping for the reward of the present life

احتساب الاجر

relating only to an action done for the sake of God.1

1.Lane: Edward will ian: Arabic English Lexicon.

اصطلاحی مفہوم:

فقہی کتب میں بالعموم ''حسبہ'' کا لفظ استمال ہوا ہے جب کہ اس فریضہ کوانجام دینے والے کو ''محتسب'' بھی کہا گیا ہے اور ''والئی الحسبہ'' اصطلاح بھی استعمال ہوئی ہے۔ (احیاء علوم الدین ، ج دوم ص ۳۱۲ طبع بیروت).

الماوردی (۴۵۰ھ) نے احتساب کی یہ تعریف کی ہے۔

"ھو امر بالمعروف اذاظھر ترکہ ونھی عن المنکر اذاظھرفعله".(الاحکام السلطانیه الماوردی ،طبع قاھرہ ۱۹۷۳ ر الطبعة الثالثه ص ۲۴.

الاحکام السلطانیه لابی یعلی الفراء ص ۲۸۴ الطبعة الثالثه ۱۹۷۴ ء بیروت .ابن بسلم،نهاية الرتبه فی طلب الحسبة ص ۱۰ .بغداد ۱۹۷۸ .

(کسی اچھائی کا ترک اور کسی برائی کا ارتکاب اگر کھلم کھلا ہوتو اس کا سد باب احتساب ہے)،امام غزالی (۵۰۵ھ) نے یہ تعریف کی ہے۔

"ھی عبارة شاملة للامربا المعروف والنھی عن المنکر"

(حسبہ دراصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک جامع عنوان ہے،علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں)۔

"ھی وظیفة دینیة من باب الامربالمعروف والنھی عن المنکر" .

(احتساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق خالصتاً دینی منصب ہے)۔

محمد اشرف علی تھانوی ؒ کہتے ہیں کہ:

" فی الشرع ھما الامربالمعروف اذاظھرترکه والنھی عن المنکر اذا ظھرفعلة ثم الحسبة فی الشریعة عام یتناول کل مشروع یفعل لله کالا ذان والاقامةواداء الشھادة الی کثرة تعداده ولھذاقیل القضاء باب من ابواب الحسبه وفی العرف اختصربامور احد ھاار قة الخمورو ثا نیھا کسر المعارف وثالثھااصلاح الشوارع".

(مقدمه ابن خلدون ۱۹۷۱/۰ء).

(از روئے شریعت حسبہ اور احتساب کے معنی ہیں کہ کسی ایسی اچھائی اور نیکی کا حکم دینا جسے لوگوں نے ترک کر دیا ہو۔اور ایسی برائی سے

روکنا جس کے لوگ مرتکب ہورہے ہوں ،شریعت میں حسبہ کالفظ عام ہے اور ہراس امرمشروع پر مشتمل ہے جو اللہ کے لیے کیا جائے۔ جیسے اذان اقامت ادائے شہادت اوران امور کی تعداد بہت زیادہ ہے یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ قضا بھی حسبہ ہی کا ایک حصہ ہے ۔ازروئے عرف حسبہ بعض امور کیساتھ خاص ہوتا ہے ،مثلاً اولاً شراب کا بہادینا دوم آلات موسیقی کا توڑ دینا اور تیسرے سڑکوں کی اصلاح کرانا۔

آخر میں ہم ماضی قریب کے ایک مصنف کی تعریف نقل کرتے ہیں جنہوں نے بہت وضاحت اور ضروری تفصیل کے ساتھ ادارہ احتساب (حسبہ) کی تعریف مرتب کی ہے، یہ مصنف شام کی کلیۃ الشریعہ کے سابق سربراہ ،شام کے سابق وزیر تعلیم اور مکہ مکرمہ کی ام القری یونیورسٹی کے پروفیسر استاد محمد المبارک مرحوم تھے۔ وہ اپنی تالیف الدولۃ ونظام الحسبہ عند ابن تیمیہ میں کہتے ہیں۔

"ھی رقابة اداریةتقوم بهاالدولة عن طریق مئوظفین خاصین علی نشاط الافراد فی مجال الا خلاق والدین والا قتصاد ،ای فی المجال الاجتماعی بوجه عام تحقیقاللعدل والفضیلة ووفقاللمبادی المقرره فی الشرح الاسلامی والاعراف المالوفةفی کل بیئةوزمن".(کشاف اصطلاحات الفنون . ۱/۲۷۷،۲۷۸،طبع کلکته ۱۸۹۲ء).

(یہ ایک ایسا نگران ادارہ ہے جس کی حکومت قائم کرتی ہے اور خاص کارندے اس کو چلاتے ہیں ،اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخلاق ،مذہب اور معاشیات کے دائرہ میں افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے ،یعنی ان کی عام اجتماعی سرگرمیوں کی نگہداشت ہوتا کہ انصاف اور اعلیٰ اقدار کو عملاً بروئے کار لایا جاسکے اور اس معاملہ میں اسلامی شریعت اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں جو معروف اور پسندیدہ طریقے رائج ہیں ان کی روشنی میں اس اہم کام کو سرانجام دیا جاسکے)۔

(محمد فاروق ؛نظام الحکم فی الاسلام ،۱۴/۷جامعه الکویت .۱۹۷۴ء.پروفیسر محمود غازی .ادب القاضی ص ۷۵۹.۷۶۰مطبوعه اداره تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد).

قرآن وسنت سے حسبہ کے تصور کا ثبوت:

قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

"ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکرواولئک هم المفلحون ".(آل عمران ۱۰۴). (مسند احمد بن حنبل ۵۰/۲)۔

(اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں)۔

نیز ارشاد فرمایا کہ:

" الذین ان مکناهم اقاموالصلوةوآتواالزکوة وامروابالمعروف ونهواعن المنکر ".(الحج . ۴۱).

(یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔

امام غزالی نے ''احیاعلوم الدین'' میں ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کے لازم اور واجب ہونے کے بارے میں متعدد قرآنی آیات نقل کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے اور اسلامی معاشرے کی اساس اسی پر قائم ہے اسی طرح امام غزالی نے اس موضوع کی متعدد احادیث اور آثار بھی نقل کئے ہیں۔

حضرات ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

"من رائی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان". (۱)

(تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اس اپنے ہاتھ سے مٹادے، اگر ایسا نہ کرسکے تو زبان سے (برا کہے) اور اگر ایسا نہ کرسکے تو دل سے (برا کہے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے) ہر چند کہ حسبہ اور احتساب کے اصلاحی الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود نہیں تھے مگر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امور انجام دیئے اور اسی طرح خلفائے راشدین بھی ان فرائض کو انجام دیتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ غلہ کے ڈھیر میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو اس میں نمی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاجر سے وجہ دریافت فرمائی، وہ اس نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارش میں بھیگ گیا ہے، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے گیلا غلہ اوپر کیوں نہ کردیا تا کہ لوگ دیکھ سکتے یاد رکھو جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ **(سنن النسائی، بشرح السیوطی . البیوع، الرحجا ن فی الوزن ۷/۲۴۲ طبع بیروت بذل المجھود فی حل ابی دائود ۱۵/۱۷۱، بیروت).**

(صحیح مسلم، بشرح النووی، الایمان باب وجوب الامر بالمعروف ۲/۲۲ .طبع بیروت .سنن النسائی بشرح الیسوطی، الایمان، تفاضل اھل ایمان ۸/۱۱۱ . طبع بیروت .مسند احمد بن حنبل ۳/۵۰).

(ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بازار سے گزر ہوا تو آپ نے ایک وزن کرنے والے سے فرمایا، **"زن وارجع"**)۔

(اچھی طرح تولو اور جھکتا ہوا تولو) حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

"رایت الناس یضربون علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذااشتر و االطعام جز افاان یبیعوہ حتی یروہ الی رحا لھم". (الصحیح للبخاری بحاشیہ السندی ۲/۱۲ .سنن النسائی، البیوع، الرحجان فی الوزن ۷/۲۸۴).

(میں نے عہد نبوت میں دیکھا کہ اگر لوگ غلہ کے ڈھیر (بغیر وزن کے) خرید لیتے اور اسے اپنے ٹھکانوں پر لے جانے سے پہلے فروخت کردیتے تو ان کو ضرب لگائی جاتی تھی۔) اس حدیث کے بارے میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اہل سوق (بازار والوں پر) محتسب مقرر کرنے کی اصل ہے، اور اس سے یہ اجازت بھی مستنبط ہوتی ہے کہ اگر تاجر اپنے معاملات میں احکام شرعی کی خلاف

ورزی کریں تو انہیں دی جاسکتی ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں: کہ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ ولی امر کو بیع فاسد کرنے والے شخص کو ضرب وغیرہ کی تعزیری سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔(النودی شرح صحیح مسلم . ۱۰/۱۷۱ . طبع بیروت الطبقه الاولی ۱۹۲۹ء).

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات دوسرے صحابہ کرام کو بھی اس طرح کے کاموں کے لیے بازار بھیجتے رہتے تھے چنانچہ ایسے ہی ایک واقعہ کا عبدالحیٔ الکتابی نے الترتیب الادار یہ میں ذکر کیا ہے۔اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات کتب حدیث وسیرت میں بکھرے ہوئے ہیں۔بعد میں جب اسلامی ریاست مدینہ سے باہر بھی پھیل گئی تو اس کام کے لیے مستقلاً آدمی مقرر کردیئے گئے چنانچہ مدینہ منورہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مکہ مکرمہ میں حضرت سعید بن العاص کو محتسب مقررہ کیا گیا۔(ادب الماضی . ص ۲۷۱ . بحواله الرتیب الا دار یه ج ۱ . ۱۹۲۹ء).

عہد صدیقی:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ نظام کو برقرار رکھا اور آپ نے حضرت عمر کو دیگر متنوع ذمہ داریوں کے ساتھ ,,قضاء،، کا منصب تفویض کیا، اس لحاظ سے حضرت عمر پہلے قاضی ہیں۔اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو مدینہ کے ''عس'' پر مامور کیا تھا۔(الا ستیعاب ۲۵۵/۸).

عہد فاروقی:

حضرت عمرؓ نے تاریخ عالم کی سب سے زیادہ مستحکم اور بے مثال حکومت تشکیل دی تھی، وہ مملکت کے بڑے بڑے معاملات ومسائل سے لے کر چھوٹے چھوٹے امور تک ہر معاملہ پر بڑی عمیق اور جزرس نظر رکھتے تھے۔(محمود احمد غازی . ادب القاضی ۱۶۷).

'' فریضہ احتساب '' کے لیے باقاعدہ عنوان نہ سہی، لیکن حضرت عمر نے ان تمام امور کو بحسن خوبی انجام دیا جو کسی بھی طرح حسبہ یا احتساب کے زمرے میں آسکتے ہیں۔مدینہ منورہ میں یہ فرائض آپ خود انجام دیتے رہے اور مکہ مکرمہ میں آپ نے حضرت سعید بن العاص کو محتسب مقرر کیا۔

شفاءؓ بنت عبداللہ ایک بہت ذہین خاتون اور فاضل صحابیہ تھیں، آپ ہجرت سے قبل اسلام لے آئیں تھیں، اور اولین ہجرت کرنے والی خواتین میں سے تھیں، بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں آرام فرماتے تھے۔اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے بہت خوش تھے ان کی فضیلت کے قائل تھے اور ان کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔اور آپ نے انہیں بازار کا نگران مقرر کر دیا تھا۔سمراء بنت نہیک الاسدیہ ایک عمر رسیدہ خاتون تھیں، وہ کوڑا لے کو بازار میں گشت کرتیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی تھیں۔ اذیل میں اس سلسلے کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں جس سے نہ صرف یہ معلوم ہوگا کہ حضرت عمرؓ کے دور میں احتساب کی کیا کیفیت تھی بلکہ اس سے یہ

حقیقت بھی منکشف ہوگی کہ دراصل ''احتساب'' کیا ہے اور کیا ذمہ داریاں اور فرائض ہیں جو اس ضمن میں انجام دیے جانے چاہیں۔

۱۔ حضرت عمر نے ایک شتربان کو اوٹ پر زیادہ بوجھ لادنے پر سزا دی میب بن دارم سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

" رایت عمر بن الخطاب یضرب جمالا وھو یقول حملت حملک مالا یطیق "

(میں نے عمر بن الخطاب کو ایک شتربان کو مارتے دیکھا آپ اس سے کہہ رہے تھے کہ تو نے اپنے اونٹ پر اس کی قوت سے زیادہ بوجھ لاد دیا ہے۔ حضرت عمر سواری کے جانور رکھنے والوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ:

" الا اتقیتم اللہ فی اکائبکم ھذ االا علمتم ان لھا علیکم حقاالا خلیتم عنھافا کلت من بنت الارض ".

(الاستعیاب ۳/۵۴). (مولانا تقی امینی، حالات وزمانہ کی رعایت۔۲۸۳)۔

(اپنی ان سواریوں کے بارے میں تم لوگ اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم پر ان کا بھی حق ہے کیوں نہیں ان کو چھوڑ دیتے کہ زمین کا سبزہ کھایا کریں)۔

۲۔ نصر بن حجاج ایک شخص تھا، جس کی خوبصورتی مدینہ کی خواتین کے لیے فتنہ کا باعث بن رہی تھی حضرت عمرؓ نے اس کا سر منڈوا دیا، اس پر بھی اس کی خوبصورتی میں کمی نہ آئی تو اسے مدینہ منورہ سے چلے جانے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح ایک صاحب شفال نامی تھے، حضرت عمرؓ نے ان کا بھی سر منڈوا دیا تھا، اور پگڑی باندھنے کا حکم دیا تھا، مگر اس سے اس کی حسن میں مزید اضافہ ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے اسے جہاد کے لیے روانہ کر دیا۔ (ابن تیمیہ الطرق الحکیمہ ۱۲. القاھرہ ۱۹۷۳ء).

۳۔ حضرت حفصہ کے بھائی کی ایک باندی تھی، وہ ذرا اچھا لباس پہن کر باہر نکلی حضرت عمرؓ نے اسے دیکھ لیا تو حضرت حفصہ سے فرمایا کہ تمھارے بھائی کی باندی لوگوں کو دیکھتی پھر رہی تھی اور آپ نے اس بات پر سختی سے گرفت کی۔

۴۔ حضرت عمر ناز و نعم کی زندگی کو پسند نہیں فرماتے تھے اور اس پر گرفت کیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ:

" اخشو شنو اولا بتخترو التبختر الاعاجم ". (کھردرے بنو اور عجمیوں کی طرح نازوانداز نہ کرو)۔

ایک اور واقعہ پر آپ نے فرمایا کہ: **" ایاکم والتنعم وزی العجم "**

(اپنے آپ کو عیش وعشرت کی زندگی اور لباس عجم سے بچاؤ)۔

۵۔ رویشد ثقفی جس پہلے ہی مے نوشی کی حد جاری ہو چکی تھی وہ شراب فروخت کیا کرتا تھا حضرت عمر نے اس کی دوکان جلانے کا حکم دیا اور کہا کہ تو فویسق ہے رویشد نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲۔۷۷ حالات وزمانہ کی رعایت۔۳۳۳)۔

۶۔ سواد کا ایک شخص شراب کی تجارت سے خوب مالدار ہو گیا حضرت عمر کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمان جاری کیا کہ، اس کی ہر شے توڑ ڈالو، اس کے تمام مویشی لے لو اور کوئی اسے پناہ نہ دے۔ (محمد رواس قلعجی: موسو عةفقه عمر، ص۸۷ الطبعةالاولی ۱۹۸۱ء الکویت).

۷۔ ایک سائل لوگوں کے سامنے دست دراز کر رہا تھا، اور اس کی جھولی میں گندم بھرا ہوا تھا، آپ نے وہ غلہ اس سے چھین کر اونٹوں کے

آ گے بکھیر دیا اور فرمایا کہ:" الآن سل ما بدا لک". (لے اب مانگ لے)۔

۸۔ضحاک بن خلیفہ عریض (جھیل) سے پانی نکال کر اپنی زمین تک لانا چاہتے تھے۔راستہ میں محمد بن مسلمہ کی زمین پڑتی تھی مگروہ کسی طرح تیار نہیں ہوئے جس پر حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ تمہارا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ اس سے تمہارا بھی فائدہ ہے کہ تم بھی اس سے پانی لے سکتے ہو،لیکن محمد بن مسلمہ پھر بھی راضی نہ ہوئے اس پر حضرت عمرؓ نے اس سے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ قسم بخدا یہ اپنی نہر ضرور نکالیں گے خواہ تمہارے پیٹ پر سے بھی گزرنا پڑے، چنانچہ ضحاک نے وہ نہر محمد بن مسلمہ کی زمین سے نکال لی۔ (السنن الکبری .۲/۱۵۷).

۹۔صبیغ نامی ایک شخص مدینہ منورہ آیا اور اس نے لوگوں سے قرآن کے متشابہات کے بارے میں دریافت کرنا شروع کردیا۔حضرت عمر نے کھجور کی ٹہنیاں تڑا کر رکھیں اور اسے بلوا کر خوب مارا یہاں تک کہ اس کے سر خون جاری ہوگیا اور اس نے کہ دیا کہ میرے سر میں جو فاسد خیالات تھے وہ نکل گئے ہیں۔ (سنن الدارمی ، ۱/۱ ۵عبدالله ہاشم یمانی ،نشر السنةملتان) .

۱۰۔معن بن زائدہ نے بیت المال کی مہر کے نقش پر ایک م۔مہر بنوالی اور ایک جعلی دستاویز تیار کر کے بیت المال سے کچھ رقم حاصل کرلی،حضرت عمرؓ نے اس سے سو درے مارے اور محبوس کردیا،اس کے بارے میں کسی نے سفارش کی تو آپ نے اسے پھر سو کوڑے مارے، پھر کسی نے بات کی تو آپ نے پھر سو کوڑے مارے اور اسے شہر بدر کردیا آپ نے اہل بصرہ کو فرمان تحریر کیا کہ اس کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھیں۔ (ایضاء ۱۷۱).

عمال حکومت کا احتساب:

حضرت عمرؓ کارکنان حکومت کے معاملات کی پوری طرح دیکھ بھال کرتے تھے،ان کے معاملات پر نظر رکھتے تھے۔اس سلسلے میں ایک مرتبہ آپ نے اپنے عامل کعب بن مالک کو تحریر کیا کہ' اپنی جگہ کسی کو قائم مقام مقرر کے تم سواد کے علاقے کے ہر شہر اور بستی میں جاؤ اور عاملوں کے حالات کی تحقیق کر کے مجھے مطلع کرو۔ (موسوعةفقه عمر . ۱۱۱)

حضرت عمر کسی کو عامل مقرر کرنے سے پہلے اس کے پاس موجود مال کی تفصیلات تحریر کرلیا کرتے تھے اور اکثر اور بیشتر حساب کرتے کہ یہ کہاں سے آیا، یہ کہاں سے آیا عامر بن الصعق نے حضرت عمر سے شکایت کی کہ عاملوں کے پاس مال بکثرت ہوگیا ہے آپ نے ان سب سے حساب کیا اور نصف مال ضبط کرلیا۔ (ایضاً ۱۱۲)

عمال حکومت کی جہاں کوئی بات شریعت سے متصادم ہوتی تو حضرت عمر سختی سے نوٹس لیتے ،حتی کہ اگر کوئی عامل مریض کی عیادت کو نہ جاتا اور کمزور و بے سہارا شخص کی اس تک رسائی نہ ہوتی تو ایسے عامل کو معزول کردیا کرتے تھے۔(ابو یوسف کتاب الخراج ص ۱۲۶) ۔

حضرت عمرؓ کی جانب سے مصر پر عامل عیاض بن غنم باریک لباس زیب تن کرتے تھے اور دروازے پر دربان مقرر کیا ہوا تھا،حضرت عمر مدینہ کے کسی راستہ سے گزر رہے تھے، کہ کسی شخص نے ان کی شکایت کردی امام ابو یوسف اس واقعہ کی ان الفاظ میں تفصیل بیان

کرتے ہیں کہ:

کان عمر رضی الله عنه اذااستعمل رجلاا شهدرهطامن الانصار وغيرهم ،واشترط عليه اربعا ان لايركب برذونا،ولا يلبس ثوبا رقيقا، ولاياكل نقيا،ولايغلق بابادون حوائج الناس ، ولايتخد حاجبا،قال :فبينما هو يمشی فی بعض طرق المدينة اذهتف به رجل :ياعمر اترى هذه الشروط تنجيک من الله تعالىٰ وعاملک عياض بن غنم على مصر وقد ليس الرقيق واتخذالحاجب ؟فدعامحمد بن مسلمةوكان رسوله الى العمال فبعثه وقال :ائتنی به على الحا ل التی تجده عليها.قال فاتاه فوجد على بابه حاجبافاذاعليه قميص رقيق، قال : اجب امير المومنين فقال :دعنی اطرح علیّ قبائی ،فقال لا ،الا على حالک هذه قال:فقد. به عليه ، فلما رآه عمر قال:انزع قميصک ،ودعابمدرعة صوف وبريضة من غنم وعصا فقال :البس هذه المدرعة وخذ هذه العصاوار ع هذه الغنم واشرب واسق من مربک واحفظ الفضل علينا ،اسمعت ؟ قال :نعم والموت خير من هذا فجعل يرددهاعليه الموت خير من هذا فقال :عمر:ولم تكره هذاوانما سمى ابوک غنمالانه كان يرعى الغنم ، اترى يكون عندک خير؟ قال :نعم يا امير المئو منين، قال :ا نزع ، ورده الى عمله، فلم يكن له عامل يشبهه ، (ابو يوسف كتاب الخراج ، ۱۲۵، ۱۲۶) . (فی تقبيل السواد)

ترجمہ: ’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو عامل مقرر کرتے تو انصار اور دوسرے لوگوں پر مشتمل ایک جماعت کو گواہ بنا کر اس شخص سے چار شرائط کی پابندی کا عہد لیتے تھے یہ کہ وہ عمدہ خچر پر نہ سوار ہوگا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، اپنے دروازے بند کر کے لوگوں کی ضروریات سے بے نیازی نہ برتے گا، اپنے دروازے پر دربان نہ رکھے گا ‘‘۔

راوی کہتا ہے: کہ ایک بار جب کہ آپ مدینہ کی کسی سڑک پر جا رہے تھے کسی شخص نے پکار کر آپ سے یہ کہا کہ ’’عمر‘‘ کیا خیال ہے تمہارا عیاض بن غنم کے مصر کا عامل رہتے ہوئے بھی کیا تمہاری یہ شرط اللہ کے حضور تمہیں بچالیں گی، دراں، حالیکہ وہ باریک کپڑے پہنتا ہے اور اپنے دروازے پر دربان بھی رکھتا ہے۔ اب عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا، جو افسران تک آپ کے پیغامات پہنچایا کرتے تھے، اور انہیں مصر روانہ کیا آپ نے ان سے یہ کہا کہ ’’تم انہیں جس حال میں پاؤ اسی حال میں میرے پاس لے کر آؤ۔ راوی کہتا ہے کہ یہ وہاں پہنچے تو ان کے دروازے پر ایک دربان کو موجود پھر اندر داخل ہوئے تو ان کے بدن پر ایک مہین قمیض نظر آئی۔ انہوں نے ان سے کہا کہ امیر المومنین کا بلاوا ہے۔

انہوں نے کہا کہ مجھے اپنی قبا پہن لینے دو، یہ بولے کہ نہیں اسی حال میں چلو، چنانچہ وہ انہیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عمر نے فرمایا کہ اپنی قمیض اتارو پھر آپ نے موٹے اون کا ایک کرتا منگوایا اور بھیڑ بکریوں کا ایک گلہ اور لاٹھی بھی منگوائی اور ان سے فرمایا کہ یہ کرتا پہنو، یہ لاٹھی لو، اور یہ بکریاں چراؤ ان کا دودھ خود بھی پیو اور راہ گیروں کو بھی پلاؤ اور جو بچ رہے وہ ہمارے لئے محفوظ کرلو

سن لیا تم نے؟ انہوں نے کہا ہاں (سن لیا) مگر موت آجانا اس سے اچھا ہے۔
(کہ ایسا کروں) آپ نے بار بار ان سے یہی بات کہی مگر ہر بار انہوں نے یہی جواب دیا اس سے بہتر ہے کہ موت آجائے۔ عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں یہ بات اتنی ناگوار کیوں معلوم ہوتی ہے۔ جب کہ تمہارے باپ کا نام ''غنم'' اسی لئے پڑ گیا تھا کہ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے؟ کیا تم آئندہ بھلی روش اختیار کرسکو گے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں، یا امیر المومنین! اس پر آپ نے ان کو ان کے منصب پر بحال کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد عیاض بن غنم حضرت عمرؓ کے تمام والیوں میں سب سے عمدہ والی بن گئے تھے۔)
امام ابو یوسف مزید تحریر فرماتے ہیں کہ:

كتب عمرؓ الى عماله أن يوافوه بالموسم فوافوه فقام فقال: ياايهاالناس انى بعثت عمالى هؤلاؤلاه باالحق عليكم ولم استعملهم يصيبوامن ابشاركم ولامن دمائكم ولامن اموالكم فمن كانت له مظلمةعند احدمنهم فليقم قال: فماقام من الناس يومئذالارجل واحد فقال: يا امير المومنين عاملك ،ضربنى مائة سوط فقال عمر: التضربه مائة سوط؟قم فاستقدمنه: فقام اليه عمرو بن العاص فقال له: ياامير المومنين انك ان تفتح هذا على عمالك كبر عليهم و كانت سنة ياخذ بها من بعد: فقال عمر: الااقيده منه وقد رأيت رسول الله ﷺ يقيد من نفسه؟قم فاستقد فقال عمرو: دعتا اذا افلنرضه،قال فقال: دونكم،قال: فارضوه بأن اشتريت منه بمائتى دينار كل سوط بدينار ين. (ابن تيميه الفتاوى ۲۸/۲۶/۷۷طبع۱۳۹۸ھ).

(حضرت عمرؓ نے ایک اپنے عاملوں کو لکھ بھیجا کہ حج کے موقع پر آپ سے ملیں چنانچہ یہ سب لوگ اس موقع پر حاضر ہوئے اور آپ نے کھڑے ہوکر لوگوں سے فرمایا: اے لوگوں! ''میں نے اپنے ان عمال کو تم پر راست بازی کے ساتھ نگرانی کیلئے بھیجا ہے میں نے انہیں اس لئے عامل نہیں مقرر کیا ہے کہ یہ تمہارے جان و مال اور عزت اور آبرو پر دست درازیاں کریں، لہٰذا جس کسی پر ان میں سے کسی نے کوئی ظلم کیا ہو وہ کھڑا ہوجائے۔ راوی کہتا ہے کہ اس اعلان پر اس دن سارے عوام میں سے بجز ایک آدمی کے کوئی نہیں اٹھا اس آدمی نے کہا۔ ''امیر المومنین! آپ کے عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں حضرت نے دریافت کیا! کیا تم بھی اسے سو کوڑے مارنا چاہتے ہو؟ ایسا ہے تو اٹھو اور قصاص لے لو۔ یہ سن کر عمرو بن العاص اٹھے اور انہوں نے آپ سے یہ کہا ''امیر المومنین؟ اگر آپ اپنے عمال کے سلسلے میں یہ پالیسی اختیار کریں گے تو یہ ان کو بہت شاق گزرے گی، اور یہ ایک مستقل طریقہ بن جائیگی جسے آپ کے بعد آنے والے (اختیار کرلیں گے) حضرت عمرؓ نے جواب دیا، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اس عامل سے اس شخص کا قصاص نہ لوں جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود اپنی ذات کو قصاص کیلئے پیش کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اے آدمی اٹھ اور قصاص لے۔ پھر عمرو بن العاص نے کہا: اچھا تو ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس کو کسی طرح راضی کرلیں۔ راوی کہتا ہے کہ عمرؓ نے اسکی اجازت دے دی اور لوگوں اس کو فی کوڑا دو دینار کے حساب سے دو سو دینار لے کر اپنا حق قصاص فروخت کر دینے پر راضی کرلیا۔

اسلامی حکومت میں مناصب کا مقصود و مطلوب:

اسلام میں اختیار و اقتدار کے جملہ مناصب' معروف کے حکم اور ''منکر'' سے روکنے کے لیے ہیں۔

''جمیع الولایات انما مقصودها الامر بالمعروف ونهی عن المنکر''. (ابن تیمیہ الفتاویٰ ۲۸۰/۲۲/۷۷ طبع ۱۳۹۸ھ)۔

یعنی ہر منصب اور اقتدار اسی لئے ہے کہ اس سے اللہ کا دین غالب ہو اور منکرات مٹا دیے جائیں، غرض اسلامی نظام کا ہر شعبہ زندگی اسلام کے فروغ و قیام اور خلاف اسلام امور کے استیصال کے لئے ہوتا ہے، اور ہر منصب کی بنیادی شرط یہ ہوتی ہے کہ جو شخص بھی اس پر مامور ہو وہ اسی مقصد عظیم کے لیے کام کرے۔

محتسب کے فرائض:

محتسب کا کام امر بالمروف و نہی عن المنکر کرنا ہے اور وہ فریضہ ان امور میں انجام دے گا جو ولاۃ اور قضاۃ اور اہل ایمان کے ساتھ مختص یعنی محتسب کی ذمہ داری ہے کہ وہ مقررہ اوقات پر نمازیں کرائے اور نماز نہ پڑھنے والوں کو ضرب اور حبس کی سزا دے۔ ائمہ اور مؤذنین کی نگرانی کرے جمعہ اور جماعت سے نماز کی تاکید کرے۔ سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دے اور منکرات سے منع کرے۔ مثلاً جھوٹ اور خیانت سے روکے ناپ تول کی کمی کا سد باب کرے، اشیاء میں، ملاوٹ سے باز رکھے، مصنوعات کے غیر، معیاری ہونے کی روک تھام کرے اور معاملات خرید و فروخت میں دھوکہ نہ ہونے دے۔ احتکار اور ذخیرہ اندوزی سے روکے اور جہاں قیمتوں کا متعین کرنا ضروری ہو وہاں قیمتیں متعین کرے۔ (ابن تیمیہ الفتاویٰ ۶۰/۲۸)۔

حسبہ ایک دینی فریضہ ہے:

غرض حسبہ ایک دینی فریضہ اور ایک اسلامی منصب ہے صاحب الحسبہ یا محتسب کے فرائض کی نوعیت کافی حد تک قضاء سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی محتسب کا کام یہ ہے کہ وہ منکرات (سماجی اور اخلاقی برائیوں) کا پتہ لگائے ان کے مرتکب افراد کو ان کی لغزش کی مناسبت سے سرزنش یا تنبیہ کرے اور سزائیں دے۔ علامہ ابن خلدون نے محتسب کے فرائض ان الفاظ میں بیان کئے ہیں۔

''اماالحسبة فهی وظیفةدینیة من باب الامربالمعروف''. (ابن تیمیه الفتاویٰ ۶۰/۲۸).

'' والنهی عن المنکر الذی هو فرض علی القائم بأمور المسلمین یعین لذالک من یراه اهلاله فیتعین فرضه علیه ویتخذ الاعوان علی ذالک ویبحث عن المنکرات ویعزرو یؤدب علی قدرها ویحمل الناس علی المصالح العامة فی المدینة مثل المنع من المضایقة فی الطرقات ومنع الحمالین وأهل السفن من الاکثار فی الحمل والحکم علی اهل المبانی المتداعیةللسقوط بهد مهاوازالةما یتوقع من ضررهاعلی السابلة والضرب علی أیدی المعلمین فی المکاتب وغیرها فی الابلاغ فی ضربهم للصبیان المتعلمین ولا یتوقف حکمه علی

تنازع أو استعداء بل له النظر والحکم فیما یصل الی علمه من ذالک ویرفع الیه ویس له امضاء الحکم فی الدعاوی مطلقابل فیما یتعلق بالغش والتدلیس فی المعایش وفی المکاییل والموازین وله ایضا حمل المماطلین علی الانصاف وامثال ذالک مما لیس فیه سماع بینه ولا انفاذ حکم وکانها احکام ینزع القاضی عنها العمومها وسهولة اغراضهافتدفع الی صاحب هذه الوظیفة لیقوم بها فوضعها علی ذالک ان تکون خادمة لمنصب القضا "۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس عبارت کا روزنتھال کا ترجمہ نقل کریں۔

"The office of market supervisor (Hisbah)is a relgious position.It falls under the religious obligation ,,which rests with the person in charge of the affairs of the Muslims .He appoints to the position men whom he considers qualified for it.The obligation thus devolves upon the appoitee .He may use other men to help him in his job.He investigates abuses and applied the appropriate punishments and corrective measures.He sees to it that the people act in accord with the public interest in the town (under his supervision).For instance,he prohibits that obstruction of roads.He forbids porters and boatsmen to carry too heavy loads.He orders the owners of buildings threatening to collapse,to tear them down and thus remove the possibility of danger to passersby .He prevents teachers in scools and other places from beating the young pupils too much.His authority is not restricted to cases of quarrels or complaints,but he(has to)Look after,and rule on,everything of the sort that comes to his knowledge or is reported to him ,he has no authority over Legal claims in general but he has authority over everything relating to fraud and deception in connection with food and other things and in connection with weights and measures .Among his duties is that of making dilatory things that do not require hearing of evidence or a legal verdict,in other works,cases with wich a judjge would have nothing to do because they are so common and simple.(such cases)threfore,are reaferred to the person who holds the office of market supervisor to take care of them.1 office of the market supervisor"

1;.Franz Ro senthal: English Trans.Muqaddimah,Vol 1, p.264,Princeton,1958.

(حسبہ کا ترجمہ روزنتھال نے کیا ہے)۔

(یہی ترجمہ شاخت نے کیا ہے، ملاحظہ کیجئے:

JOSEPH SHACHT:AN INTRODUCTION TO ISLAMIC LAW, P.52, OXFORD,1982.

جو حسبہ کا ایک شعبہ تو ہے مگر بعینہ حسبہ نہیں ہے کیونکہ حسبہ کا مفہوم ''صاحب السوق'' عامل السوق'' سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ بہر حال محتسب کے فرائض یہ ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے آداب اور فضائل کا تحفظ کرے، سوسائٹی میں احکام شریعت کی پیروی پر نظر رکھے۔

بازاروں کے نظام کی دیکھ بھال کرے بازار میں لوگوں کا دکانیں آگے بڑھانے (تجاوزات) سے روکے تاکہ گزرنے والوں کے لیے رکاوٹ پیدا نہ ہو، قرض داروں سے قرض دلوائے۔ وزن اور ناپ تول پر نظر رکھے، کہ ان کے معیاری وزن میں کمی نہ ہونے پائے۔ شرعی احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں، قیمتوں میں (بلا جواز) اضافہ کرنے والوں کو سزا دے، پڑوسیوں کو ایک دوسرے پر زیادتی سے روکے (حسن ابراہیم۔ تاریخ الاسلام ۱، ۴۸۹۔ الطبعۃ السابعۃ ۱۹۶۴ء القاہرہ)۔

غرض محتسب کا کام عام نظام GENERAL AIMINISTRATION پر نظر رکھنا تھا۔ اور جن جرائم میں فوری فیصلہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی اس کے دائرہ اختیار میں آتے تھے۔

(ایضاً ۲، ۳۱۶۔ ابن بسام کے نزدیک احتساب ایک سوستر ہ شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہے)۔

الماوردی اور ابویعلیٰ کی تحقیق:

الماوردی اور ابو یعلیٰ کی الاحکام السلطانیہ کے نام سے مشہور تصانیف جو نام کے اشتراک کے ساتھ موضوع اور مضامین کے اعتبار سے بھی باہم مشابہ ہیں، ان دونوں حضرات نے احتساب کے طریقہ کار اور اس کے فرائض پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جس کو ہم مختصراً یہاں بیان کرتے ہیں۔ (الماوردی، الاحکام السلطانیہ۔ (الباب العشرون)۔ ۲۴۔ ۲۵۹ مصر، مصطفیٰ البابی، الطبعۃ الثالثہ ۱۹۷۳ء)۔ (ابو یعلی الاحکام السلطانیہ ۲۸۴۔ ۳۰۸، الطبعۃ الثالثہ ۱۹۷۴ء)۔ (محمد فاروق البناج، نظام الحکم فی الاسلام، ۶۷۸، جامعۃ الکویت ۱۹۷۴ء)۔

محتسب کے فرائض کی دو قسمیں ہیں۔

۱:۔ امر بالمعروف۔ ۲:۔ نہی عن المنکر۔

امر بالمعروف کی بھی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ امور جو محض حقوق اللہ سے متعلق ہوں۔

(۲)وہ امور جو حقوق العباد سے متعلق ہوں۔

(۳)اور وہ امور جو ایک پہلو سے حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہوں اور دوسرے پہلوؤں سے ان کا تعلق حقوق البعاد سے ہو۔

حقوق اللہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔(اول) : اجتماعی امور۔ (دوم) : انفرادی امور۔

اجتماعی امور کی مثال یہ ہے کہ بعض افراد وطن میں جمعہ کی نماز ترک کر رہے ہوں اور ان کی تعداد چالیس یا اس سے زائد ہو تو محتسب انہیں جمعہ قائم کرنے کا حکم دے سکتا ہے اور کوتاہی پر تادیب کر سکتا ہے۔مساجد مین اذان کہنا اور با جماعت نماز پڑھنا ایسے اسلامی شعائر میں سے ہے جن کو رسول ﷺ نے دارالاسلام اور دارالشرک میں ما بہ الامتیاز قرار دیا ہے لہٰذا اگر کسی بستی یا محلہ کے سب مسلمان اپنی مساجد میں نماز با جماعت یا اذان چھوڑ دیں تو محتسب کے لیے مناسب ہے کہ ان کو اذان اور جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دے۔

دوم انفرادی امور مثلاً کسی شخص کا نماز میں تاخیر کرنا محتسب کو چاہیئے کہ اسے یاد دلائے اور اگر اس نے محض سستی کی بناء پر تاخیر کی ہے تو اسے تادیب بھی کرے۔

حقوق العباد سے متعلق امر بالمعروف کی دو قسمیں ہیں۔(۱)عام ، (۲)خاص۔

عام کی مثال یہ ہے کہ کسی شہر کی نہر وغیرہ بند ہو جائے یا شہر بناء گر جائے یا حاجت مند مسافر گزریں اور ان کی امانت نہ ہو ایسی صورت میں اگر بیت المال مین سرمایہ موجود ہو اور اس کے خرچ کرنے سے مسلمانوں کو مضرت نہ پہنچے تو اس سے نہر کی اصلاح اور شہر پناء کی تعمیر اور مسافروں کی حاجت روائی کا حکم دے کیونکہ یہ حقوق بیت المال پر واجب ہیں ان لوگوں پر نہیں ہیں یہی حکم مساجد کے مہندم ہونے کا ہے۔ جو مساجد لوگوں کے اپنے مصارف سے بنائی گئی ہوں وہ اگر ان کو اصلاح و مرمت کے لیے گرا دیں اور پھر ان کی تعمیر نو میں کوتاہی کریں تو محتسب انہیں ان کی تعمیر نو کا حکم دے سکتا ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں مشترک امور یہ ہیں۔

۱۔محتسب لوگوں کو ان کی زیر کفالت یتیم بچیوں کے نکاح کا حکم دے۔

۲۔شوہر کی وفات یا طلاق کی صورت میں عورتوں کو مدت گزارنے کا حکم دے۔

۳۔مالکوں کو پابند کرے کہ وہ ملازمین کے حقوق ادا کریں اور ان پر ان کی قوت سے زیادہ بار نہ ڈالیں۔

۴۔بار برداری کرنے والوں کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ جانوروں پر ان کی قوت سے زیادہ بوجھ نہ لادیں۔

۵۔اگر کسی کو کہیں سے لاوارث بچہ مل جائے، تو محتسب اسے اس کی پوری طرح دیکھ بھال کا پابند کرے۔ (جاری ہے......)

......☆☆☆☆☆......